السّلامُ

ماہنامہ جماعت احمدیہ بیلجیئم

مارچ 2024ء

شمارہ نمبر 01

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
”رمضان کا مہینہ درحقیقت مومن کے لیے ٹریننگ کا زمانہ ہے اور یہ اس لیے آتا ہے تا اس میں مشق کرنے کے بعد اس سے فائدہ اُٹھایا جائے“۔

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 217)

اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہیے کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔

5، 6اور 7جولائی 2024ء

Bait-us-Salaam - Brusselstraat 445 - 1700 Dilbeek

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۃ اسلام پر بنیاد ہے ۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 361)

مجلسِ ادارت

نگران اعلیٰ

مکرم ڈاکٹر ادریس احمد صاحب، امیر جماعت بیلجیئم

مدیر اعلیٰ

مکرم حسیب احمد صاحب، مربی سلسلہ

مدیر اردو سیکشن

مکرم رفیق احمد ہاشمی صاحب

معاون اردو سیکشن

مکرم نعیم احمد شاہین صاحب

ڈیزائن اندرون وبیرون

مکرم چوہدری محمد مظہر صاحب، مربی سلسلہ

جماعتی رپورٹس و تصاویر

جنرل سیکرٹری آفس جماعت بیلجیئم

پرنٹنگ

شعبہ اشاعت بیلجیئم

ایڈریس

as.salam@ahmadiyya.be

Brusselstraat 1700 ,445 Sint Ulriks Kappelle

www.islamahmadiyya.be

@AhmadiyyaBE

+32 2 4666 856

+32 2 4666 4389

فہرست مندرجات

مارچ 2024ء

04	قال اللہ تعالیٰ
06	قال الرسول ﷺ
08	کلام الامام علیہ السلام
10	خلیفہ وقت کی آواز
12	رمضان الکریم کے فضائل وبرکات
15	ماہِ رمضان سے متعلقہ بعض مسائل
19	23مارچ 1889ء محلہ جدید میں بیعت اولیٰ کا آغاز
22	ذکر الٰہی
29	قرآن کریم چشمۂ امن عالم
36	جماعتی رپورٹس
38	دینی فہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي
اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑧ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑨ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑩

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جُھوٹ گھڑے حالانکہ اُسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیّۃً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

(سورۃ الصف 7تا10)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینے کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز قیام اللیل (تہجد) ہے۔

(نسائی کتاب قیام اللیل وتطوع النھار بَابُ: فَضْلِ صَلَاۃِ اللَّیْلِ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”قرآن شریف پر تدبّر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اس زمانہ کے حسبِ حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآنِ مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اُس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔“

(ملفوظات جلد9صفحہ 122، ایڈیشن 1984ء)

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

”حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے ماننے والوں کو صرف یہ نہیں فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو، بلکہ ایک درد کے ساتھ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں تقویٰ کی راہوں پر چلنے کے راستے بھی دکھائے ہیں۔ آپؑ نے واضح فرمایا ہے کہ میرے سلسلۂ بیعت میں آنے والے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔“

(افتتاحی خطاب،جلسہ سالانہ برطانیہ 2023ء)

رمضان المبارک

کے

فضائل و برکات

از

ارشادات خلفاء احمدیت

رمضان کا مطلب اور حرارتِ دین کا تمثیلی رنگ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لیے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہلِ لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا، اس لیے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عرب کے لیے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 136۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

رمضان کے تین عشروں کی برکات و فضائل

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"اصل میں تو یہ رحمت، بخشش اور آگ سے نجات ایک ہی انجام کی کڑیاں ہیں اور وہ ہے شیطان سے دُوری اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ایک انسان کو روزے رکھنے کی توفیق ملتی ہے۔ عبادت کی بھی توفیق ملتی ہے۔ اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے جائز کام چھوڑنے کی بھی توفیق ملتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تمام پچھلی کوتاہیاں، غلطیاں اور گناہ معاف فرماتے ہوئے ایسے انسان کو پھر اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے۔ یہ مغفرت بھی خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہی ہے۔ مغفرت کے بعد خدا تعالیٰ کی رحمت ختم نہیں ہوتی بلکہ مغفرت اور توبہ کا تسلسل جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے جاری ہوتا ہے۔ اور جب یہ تسلسل جاری رہتا ہے تو ایک انسان جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا ہونے کی کوشش کرتا ہے پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو جذب کرنے والے ہوں۔ ایسے اعمالِ صالحہ بھی بجالاتا ہے جن کے بجالانے کا خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور نتیجتاً پھر آگ سے نجات پاتا ہے۔ جب تسلسل کے ساتھ استغفار اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کی ہو۔ اللہ تعالیٰ رحمت کا اُس استغفار کی وجہ سے مومن نظارہ کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں سے فیض پا رہا ہو۔ تو پھر وہ نجات پا گیا۔ پھر اس آگ کس طرح چھو سکتی ہے۔ پس یہ رمضان کے تین عشرے جو بیان ہوئے ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور اعمال سے مشروط ہیں۔ صرف رمضان کا مہینہ یا سحری اور افطاری کے درمیان کھانا نہ کھانا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور آگ سے نجات کا حقدار نہیں بنا دیتا۔"

(خطباتِ مسرور۔ جلد ششم۔ صفحہ 283)

صالحین و مومنین کے لیے مشق اور فوائد سمیٹنے کا زمانہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"رمضان کا مہینہ درحقیقت مومن کے لیے ٹریننگ کا زمانہ ہے اور یہ اس لیے آتا ہے تا اس میں مشق کرنے کے بعد اس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔"

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 217)

رمضان کے علاوہ بھی عبادات کی بجا آوری کی تلقین

"رمضان حقیقی فرمانبرداری کی طرف توجہ دلاتا ہے۔۔۔ رمضان میں انسان سحری کے وقت اُٹھ سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اور دنوں میں نہ اُٹھ سکے۔۔۔ اگر تم ایک مہینہ کھانا کھانے کے لیے سحری کے وقت اُٹھ سکتے ہو تو باقی گیارہ مہینے عبادت کے لیے کیوں نہیں اُٹھ سکتے۔"

(خطباتِ محمود جلد 10۔ صفحہ 122-123)

بیش بہا خزانوں کی تقسیم کا مہینہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ رمضان سے پورے طور پر فائدہ اُٹھائیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکات نازل ہونے کے خاص دن ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک سخی اپنے خزانہ کے دروازے کھول کر اعلان کر دے کہ جو آئے لے جائے۔ ان دنوں خدا تعالیٰ بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں کے دروازے اپنے بندوں کے لیے کھول دیتا ہے اور کہتا ہے آؤ آکر لے جاؤ۔"

(خطباتِ محمود جلد 10۔ صفحہ 123)

اپنی بدیوں، لغزشوں اور غلطیوں پر توجہ دینے کے سنہری مواقع

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینے کو بھٹی کی طرح قرار دیا جس میں زنگ آلود لوہا جب لوٹایا جاتا ہے تو اس کا زنگ، اس کی آلودگیاں جل کر خاک ہو جاتی ہیں اور وہ صاف شفاف ہو کر دوبارہ باہر نکلتا ہے۔ اسی طرح وقت کے لحاظ سے رمضان کا ظرف بھی بھٹی کا حکم رکھتا ہے اور رمضان کے لفظ میں بھی گرمی اور شعلوں کی تیزی اور بھسم کر دینے

والے معنی پائے جاتے ہیں۔ پس ان معنوں میں رمضان کا مہینہ ہمارے گناہوں، ہماری آلودگیوں ، ہماری گزشتہ غفلتوں کو جلانے کا کام دے گا اگر ہم اپنے آپ کو اس مہینے کے حضور پیش کر دیں۔ ۔۔۔۔جس طرح ایک انسان آگ پر کوئی چیز بھونتا ہے تو اس کے پہلو بدلتا رہتا ہے ورنہ ایک پہلو جو آگ کے دوسری طرف ہو وہ ٹھنڈا رہ جاتا ہے۔ پس رمضان مبارک میں بھی انسان کو اپنی بدیاں تلاش کر کے مختلف پہلوؤں سے رمضان کے حضور پیش کرنی چاہئیں اور اس پہلو سے اگر آپ غور کریں تو آپ کو یوں لگے گا کہ جیسے انسان اس مہینے میں ہمیشہ کروٹیں بدلتا ہوا، مختلف پہلوؤں سے خدا سے التجائیں کرتا ہوا، مختلف زاویہ ہائے نظر سے اپنی کمزوریوں کا مطالعہ کرتا ہوا مسلسل ایک نئی کیفیت کے ساتھ گزرتا چلا جائے گا۔یعنی رمضان مبارک میں یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی کیفیت سے داخل ہوں اور اسی کیفت سے باہر آئیں بلکہ ہر روز ایک نیا مضمون آپ پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔...اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطباتِ طاہر جلد10۔ صفحہ 227-228)

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور برکات کے حصول کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"...اس مہینہ سے جتنا زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہو اُٹھاؤ۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی جتنی رضا تم پاسکتے ہو اس کے پانے کی کوشش کرو۔ اپنے دنوں کو بھی اپنی راتوں کو بھی ایسے دن اور ایسی راتیں بناؤ کہ جو دن اور جو راتیں تمہارے خدا کو محبوب بن جائیں پھر عاجزی کے ساتھ دعائیں کرتے رہو کہ اے خدا ان کاموں کی ہمیں توفیق دے جن کے نتیجہ میں تُو خوش ہو جائے۔ اور ان کاموں سے ہمیں بچا جن کاموں کے نتیجہ میں تُو ہم سے ناراض ہوتا ہے۔ شیطان تیرے در کا کتّا ہے تو خود اس کو زنجیر ڈال کہ وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو اور ہمیں نقصان نہ پہنچائے کہ اپنی طاقت اور اپنے زور کے ساتھ ہم اس کے حملوں سے اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔"

(خطباتِ ناصر جلد اول۔ صفحہ 541-542)

ربّ العزت کی رحمت سے شیطان کی غلامی سے آزادی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"...یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ اگر اس کا بندہ ان سامانوں سے فائدہ اُٹھائے اور ان ذرائع اور وسیلوں کو استعمال کرے جو اس کے ربّ نے اس کے لیے مہیا کیے ہیں تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو وہ کچھ اس طرح جذب کرتا ہے کہ اس کی رحمت کا وارث بن جاتا ہے۔ اس کے حصہ میں اپنے ربّ کی مغفرت آتی ہے اور اس کی گردن شیطان کی غلامی سے آزاد کر دی جاتی ہے۔ اور اسے نارِ جہنم سے بچا لیا جاتا ہے۔"

(خطباتِ ناصر جلد10۔ صفحہ 9-10)

معافی، مغفرت، عفو درگزر سے فیض یاب نہ ہونے والوں کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان آیا اور اس کی مغفرت ہونے سے پہلے گزر گیا۔ اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کی وجہ سے) جنت نہ پائی۔"

(جامع ترمذی۔ ابواب الدعوات۔ حدیث 3322)

بد اخلاقیوں اور شیطانی وسوسوں سے بچنے کی تلقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"رمضان کے دن بڑے بابرکت دن ہیں۔ ...رمضان کے مہینہ میں دعاؤں کی کثرت ، تدارس قرآن، قیامِ رمضان کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔...بد نظری، شہوت پرستی، کینہ، بغض، غیبت اور دوسری بد باتوں سے خاص طور پر اس مہینہ میں بچے رہو۔" (خطباتِ نور صفحہ 262-263)

"حدیث نبوی ﷺ میں جو مسیح موعود کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ منارہ بیضاء کے پاس نازل ہو گا اس سے یہی غرض تھی کہ مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے کہ اس وقت بباعث دنیا کے باہمی میل جول کے اور نیز راہوں کے کھلنے اور سہولت ملاقات کی وجہ سے تبلیغ احکام اور دینی روشنی پہنچانا اور ندا کرنا ایسا سہل ہو گا کہ گویا یہ شخص منارہ پر کھڑا ہے.... غرض مسیح کے زمانہ کے لئے منارہ کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی روشنی اور آواز جلد تر دنیا میں پھیلے گی۔ اور یہ باتیں کسی اَور نبی کو میسر نہیں آئیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 51 مطبوعہ 2019ء)

ماہ رمضان سے متعلقہ بعض مسائل

از

فقہ المسیح

مسافر اور مریض فدیہ دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(بدر 17 اکتوبر 1907ء صفحہ 7)

فدیہ دینے کی کیا غرض ہے؟

”ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

(البدر 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52)

فدیہ کسے دیں؟

سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔

(بدر 7 فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ کس عمر سے رکھا جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”بارہ سال سے کم عمر کے بچے سے روزہ رکھوانا تو میرے نزدیک جرم ہے اور بارہ سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچے کو اگر کوئی روزہ رکھواتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر روزہ کا رعب ڈالتے تھے۔

(الفضل 11 اپریل 1925ء صفحہ 7)

شوّال کے چھ روزوں کا التزام

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جوانی کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ

” اس زمانہ میں مجھ کو معلوم ہوا یا فرمایا اشارہ ہوا کہ اس راہ میں ترقی کرنے کے لئے روزے رکھنے بھی ضروری ہیں۔ فرماتے تھے پھر میں نے چھ ماہ لگاتار روزے رکھے اور گھر میں یا باہر کسی شخص کو معلوم نہ تھا کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔ صبح کا کھانا جب گھر سے آتا تھا تو میں کسی حاجتمند کو دے دیتا تھا اور شام کا خود کھالیتا تھا۔ میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آخر عمر میں بھی آپ نفلی روزے رکھتے تھے یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ آخر عمر میں بھی آپ روزے رکھا کرتے تھے۔ خصوصاً شوال کے چھ روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور جب کبھی آپ کو کسی خاص کام کے متعلق دعا کرنا ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھتے تھے۔ ہاں مگر آخری دو تین سالوں میں بوجہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ کتاب البریہ میں حضرت صاحب نے روزوں کا زمانہ آٹھ نو ماہ بیان کیا ہے۔)

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینے میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ تمام قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا۔ آخر میں چونکہ حضرت صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور بیمار بھی رہتے تھے اس لئے دو تین سال آپ نے روزے نہیں رکھے۔ جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سُن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں۔ چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔

(الفضل 8 جون 1922ء صفحہ 7)

روزہ کی حالت میں آئینہ دیکھنا

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔

فرمایا:

”جائز ہے۔

(بدر 7فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ کی حالت میں سر یا داڑھی کو تیل لگانا

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ حالتِ روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”جائز ہے۔

(بدر 7فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنا

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔

(بدر 7فروری 1907ء صفحہ 4)

روزہ دار کا آنکھوں میں سرمہ ڈالنا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟ فرمایا:

”مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے۔

(بدر 7فروری 1907ء صفحہ 4)

نمازِ تراویح

حضرت ظہور الدین اکمل صاحب آف گولیکی نے بذریعہ تحریر حضرت سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اُٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی، مزدور، زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت دکھاتے ہیں اگر اوّل شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جائیں تو کیا یہ جائز ہوگا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے جواب میں فرمایا

”کچھ حرج نہیں، پڑھ لیں۔

(بدر 18/اکتوبر 1906ء صفحہ 4)

تراویح کی رکعات

تراویح کے متعلق عرض ہوا کہ جب یہ تہجد ہے تو بیس رکعات پڑھنے کی نسبت کیا ارشاد ہے کیونکہ تہجد تو مع وتر گیارہ یا تیرہ رکعت ہے۔

فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہے اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اوّل حصے میں اُسے پڑھا۔ بیس رکعات بعد میں پڑھی گئیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔

(بدر مؤرخہ 6فروری 1908ء صفحہ 7)

تراویح دراصل نماز تہجد ہی ہے

ایک صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنی چاہیے اور تراویح کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا:

”سفر میں دوگانہ سنت ہے۔ تراویح بھی سنت ہے پڑھا کریں اور کبھی گھر میں تنہائی میں پڑھ لیں کیونکہ تراویح دراصل تہجد ہے کوئی نئی نماز نہیں۔ وتر جس طرح پڑھتے ہو بیشک پڑھو۔

(بدر 26دسمبر 1907ء صفحہ 6)

نماز تراویح میں غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر لقمہ دینا

رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

”میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ فرمایا: ”جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کے لئے سنیں اس طرح ان کی بھی چھ چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔ عرض کیا گیا فقہ اس صورت کو جائز ٹھہراتی ہے؟ فرمایا: ”اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ اسے دھو نہ سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے، یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

(الفضل 21/فروری 1930ء صفحہ 12)

23مارچ 1889ء

محلہ جدید میں بیعت اولیٰ کا آغاز

دار البیعت | لدھیانہ

بیعت اولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں حضرت منشی عبداللہ سنوری رضی اللہ عنہ کی روایات کے مطابق 20رجب 1306ھ مطابق 23مارچ 1889ء کو حضرت صوفی احمد جان رضی اللہ عنہ کے مکان واقع محلہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لیے ایک رجسٹر تیار ہوا۔ جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا۔ ”بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت“ رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نام، ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔

حضرت اقدس علیہ السلام بیعت لینے کے لیے مکان کی ایک کچی کوٹھری میں (جو بعد کو دارالبیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ ان دنوں بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

”آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور 21 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ“

حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے بعد میر عباس علی صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مراد آبادی نیز چوتھے نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ (صوبہ سرحد) نے بیعت کی۔ ان کے بعد غالباً منشی اللہ بخش صاحب لدھیانہ کا نام لے کر بلایا۔۔۔ اس طرح پہلے دن باری باری چالیس افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔۔۔ حضورؑ تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور دعا بعد بیعت بہت لمبی فرماتے تھے۔

عورتوں کی بیعت

مردوں کی بیعت کے بعد حضرت گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا نور الدین صاحب کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگم نے بیعت کی۔ حضرت ام المومنین ابتداء ہی سے آپ کے سب ہی دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں اس لیے آپ نے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

بیعت کے بعد اجتماعی کھانا اور نماز

میاں رحیم بخش صاحب سنوری کا بیان ہے کہ

”بیعت کے بعد کھانا تیار ہوا تو حضور نے فرمایا۔ اس مکان میں کھانا کھلاؤ کیونکہ وہ مکان لمبا تھا۔ غرض دسترخوان بچھ گیا اور سب دوستوں کو وہیں کھانا کھلایا گیا کھانے کے وقت ایسا اتفاق ہوا کہ میں حضور کے ساتھ ایک پہلو پر بیٹھا تھا حضور اپنے برتن میں سے کھانا نکال کر میرے برتن میں ڈالتے جاتے تھے۔ اور میں کھانا کھاتا جاتا تھا۔ گاہے حضور بھی کوئی لقمہ نوش فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد نماز کی تیاری ہوئی۔ نماز میں بھی ایسا اتفاق پیش آیا کہ میں حضور کے ایک پہلو میں حضور کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ اس وقت کون امام تھا۔“

دوسرے ایام میں بیعت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں 18 اپریل 1889ء تک مقیم رہے۔ ابتداء محلہ جدید میں پھر محلہ اقبال گنج میں تاہم بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ پہلے بیعت اکیلے اکیلے ہوتی رہی پھر خطوط کے ذریعہ سے پھر مجمع عام میں۔

بیعت کے بعد نصائح

حضرت اقدسؑ کا اکثر یہ دستور تھا کہ بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے تھے۔ چند نصائح بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

”اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہیے کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔“

”ہمہ وجود اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر

بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہیے۔ کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں دست دکار دل بایا روالی بات ہونی چاہیے۔“

”دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپروا کرے دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لیے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔“

”فتنہ کی کوئی بات نہ کرہ۔ شر نہ پھیلاؤ، گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کرکے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ پورے دل پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔“

بعض لوگ بیعت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کرتے تھے کہ حضور کسی وظیفہ وغیرہ کا ارشاد فرمائیں۔ اس کا جواب اکثر یہ دیا کرتے تھے کہ نماز سنوار کر پڑھا کریں نماز میں اپنی زبان میں دعا کیا کریں اور قرآن شریف بہت پڑھا کریں۔ آپ وظائف کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ استغفار کیا کریں۔ سورۃ فاتحہ پڑھا کریں۔ درود شریف لاحول اور سبحان اللہ پر مداومت کریں۔ اور فرماتے تھے کہ بس ہمارے وظائف تو یہی ہیں۔

Beschikbare boeken
bij
afdeling publicatie

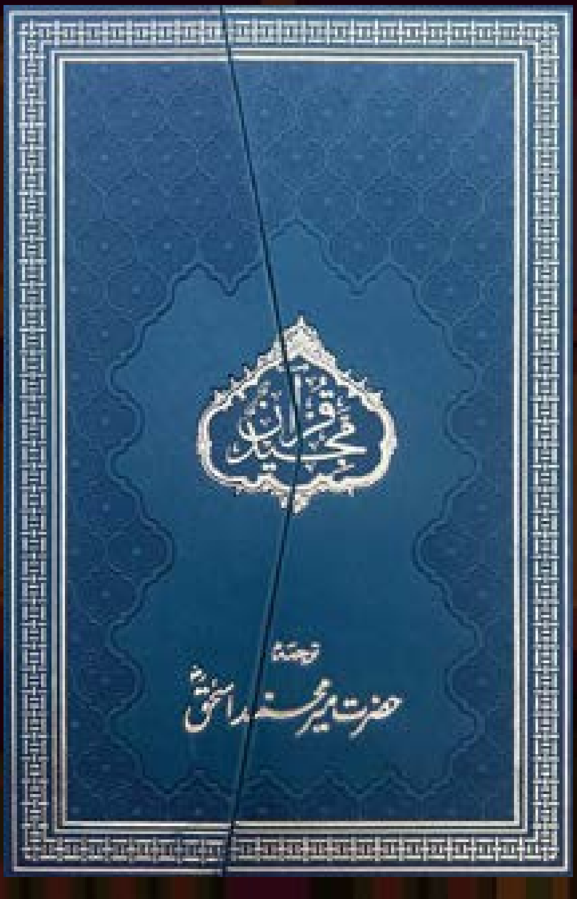

De Heilige Koran

met vertalling door Hazrat Mir Mohammad Ishaq sahib[ra]

Prijs: 15.00€

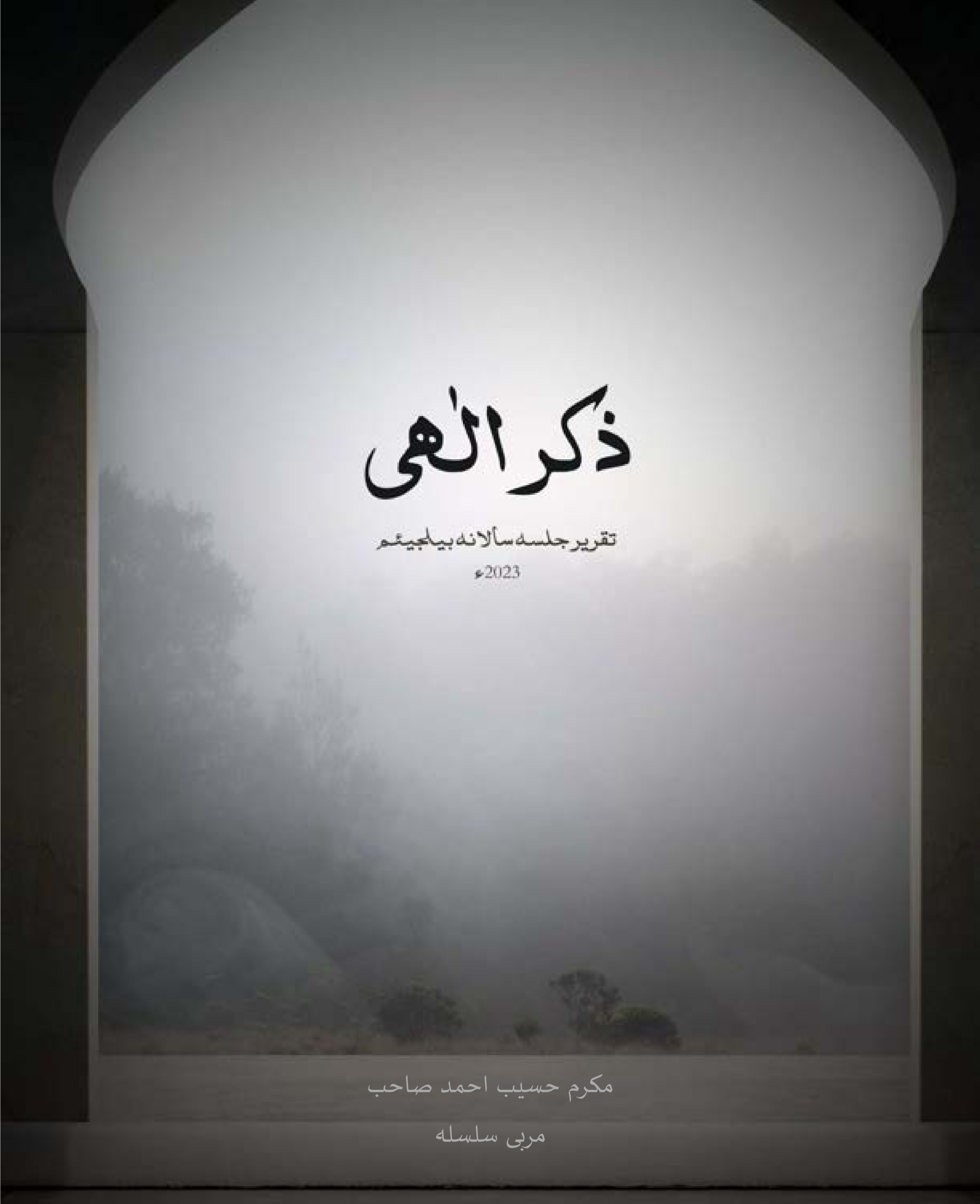

ذکر الٰہی

تقریر جلسہ سالانہ بیلجیئم

2023ء

مکرم حسیب احمد صاحب

مربی سلسلہ

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ
وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ اَمَّا بَعۡدُ
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾

(یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

صاحب صدر اور سامعین و حاضرین کرام
خاکسار کی آج کی گزارشات کا موضوع ہے

ذکر الٰہی

ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں۔ ذکر اللہ کے یہ معنی ہوئے کہ خدا تعالیٰ کو یاد کرنا۔ پس اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کے طریق کو ذکر ذکر اللہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو سامنے رکھنا اور ان کو زبان سے بار بار یاد کرنا اور ان کا دل سے اقرار کرنا اور اس کی طاقتوں اور قدرتوں کا معائنہ کرنا ذکر اللہ ہے۔

انسانی پیدائش کا اصل مقصد خدا تعالیٰ کی یاد اور ذکر ہے پس چونکہ اصل مقصد انسانی پیدائش کا خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہی ہے۔ جب خدا مل جاتا ہے تو کوئی جلن اور تڑپ نہیں رہتی۔ بلکہ اطمینان ہی رہتا ہے۔ جو لوگ دنیا کی جستجو میں رہتے ہیں ان کو جس قدر ترقی ملتی ہے ان کی جلن بڑھتی جاتی ہے۔ مگر جو خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اور جس قدر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کے دل کا اطمینان بڑھتا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اپنی ذات کی جستجو ہی ہماری زندگی کا اصل مقصد قرار دیا ہے۔ پس جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے انسان کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔۔ ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو ہر طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ مگر کوئی خطرہ نہیں۔ اطمینان و سرور ہے۔ دشمن بھی اگر کھانے کی دعوت دیتا ہے تو بے دھڑک چلے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک یہودن عورت نے زہر بھی دے دیا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے الہام سے آپ کو یہ امر معلوم ہو گیا۔ اور آپ اس سے محفوظ رہے۔

(سیرت النبی لابن ھشام زیر عنوان امر خیبر)

آپ کو اس قدر اطمینان کیوں تھا؟ اسی وجہ سے کہ آپ نے ایک ایسی ہستی سے تعلق قائم کیا ہوا تھا جو غیب کو جانتی ہے اور اس سے جب کسی کا تعلق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے غیب سے بندے کو بھی حسب ضرورت حصہ دیتا رہتا ہے۔ پس اس سے تعلق رکھنے والا مطمئن رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ” اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:29) کی حقیقت اور فلاسفی یہ ہے کہ جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپکو اس کے سامنے یقین کرتا ہے اِس سے اُسکے دل پر ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے۔ وہ خوف اُسکو مکروہات اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے“۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 355 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لوگ مال کماتے ہیں، حکومتیں کرتے ہیں ان کو اچھی اولاد ملتی ہے، اچھی بیویاں ہوتی ہیں، اچھے دوست ملتے ہیں، تجارت میں فائدہ اٹھاتے ہیں، زراعت میں نفع حاصل کرتے ہیں علم میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر چیز میں ترقی کرتے ہیں مگر پھر بھی دل مطمئن نہیں ہوتا۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دو اور تکلیف دہ خواہشات دل میں پیدا ہو جاتی ہیں اور ہر وقت دل میں یہ احساس رہتا ہے کہ گویا اصل چیز جس کی انہیں خواہش تھی انہیں ابھی نہیں ملی۔ جس طرح کہ ایک بچہ جس کی ماں جدا ہو گئی ہو کبھی کسی کی چھاتی سے لگتا ہے کبھی کسی کی چھاتی سے مگر چین کسی جگہ نہیں پاتا۔ کیونکہ اسے وہ مقصود جس کی اسے تلاش تھی حاصل نہیں ہوا۔ یعنی اس کی حقیقی ماں اس کو نہیں ملتی۔ اسی طرح دنیوی ترقی کرنے والے لوگوں کا حال ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا اس کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ جس بچہ کو دیکھتی تھی اسے اپنی چھاتی سے لگا لیتی۔ پیار کرتی اور پھر اسے چھوڑ کر آگے چلی جاتی۔ آخر اس کو اپنا بچہ مل گیا اور اسے لے کر اطمینان سے بیٹھ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو متوجہ کر کے فرمایا کہ جیسے اس عورت کو اپنے بچے کے مل جانے سے خوشی ہوئی ہے اس سے کئی گناہ زیادہ اللہ تعالیٰ کو خوشی ہوتی ہے جب اس کا گنہگار بندہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا ایک دوسرا سبق آموز پہلو بیان فرمایا ہے۔ مگر میرا مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس عورت کو کس قدر تڑپ تھی جب تک اس کا اصلی مقصد نہیں ملا تھا مگر جب مقصود ملا تو اسے اطمینان حاصل ہو گیا۔

یہی حال ہر انسان کا ہے۔ اصلی مقصد کے ملنے کے ساتھ ہی تڑپ دور ہو جاتی ہے اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے“۔

مزید آپؓ نے اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”یہ مضمون کتنا اہم اور ضروری ہے۔۔چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:36) کہ اللہ کا ذکر تمام امور سے بڑا اور تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ذکر اللہ سب سے بڑا ہے۔ تو یہ میرا قول نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہے کہ یہ مضمون سب سے بڑا اور اہم ہے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ اگر یہ مضمون سب سے بڑا اور اہم ہے تو اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کرنے کا حکم بھی چاہیئے۔ اس کے لئے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑی کثرت سے اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ لوگ اللہ کے ذکر کی طرف توجہ کریں۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الدھر:26) اے میرے بندے! اپنے رب کو صبح اور شام یاد کیا کر۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو۔ اس کو چاروں طرف سے ملائکہ گھیر لیتے اور خدا کی رحمت نازل کرتے ہیں۔۔پس جب ذکر الٰہی ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ اس کے سننے کے لئے فرشتے بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں اور سننے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کیسی اہم چیز ہے۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون: 10) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا، وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الاحزاب: 32) اے مومنو! تم کو مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے نہ روک دے۔ تم اللہ کا ذکر کرنے میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرو اور کوئی کام تمہارا ایسا نہ ہو جس کو کرتے ہوئے اللہ کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ) کہ اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ایسی ہی ہے جیسے زندہ اور مردہ کی۔ یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے! وہ زندہ ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا وہ مردہ۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ذکر اللہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ پھر ترمذی میں روایت ہے ابی درداء کہتے ہیں کہ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الا انبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَارْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَ خَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا اعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ - (ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور سب سے پسندیدہ ہو اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بہتر ہو کہ کوئی جہاد کے لئے جائے اور دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو جائے۔ صحابہ نے کہا فرمایئے آپ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کا درجہ بہت بلند ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کیا جہاد سے بھی اس کا درجہ بلند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

سامعین: ہماری پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے اور خدا تعالیٰ سے مظبوط تعلق جوڑنے کے لئے نماز ہی ایک ایسا بہترین ذکر ہے جو انسان کے اندر سے ہر قسم کی بدی اور خوف کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اس لئے فرمایا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ - اطمینان، سکینت قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں“۔ (الحکم جلد 7 نمبر 20 مورخہ 31 مئی 1903ء صفحہ 9)

سامعین: نماز باجماعت ذکر الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ کہ میرے ذکر کے لئے نماز باجماعت قائم کرو۔ صحابہؓ کو نماز خصوصاً نماز باجماعت کے اہتمام کا اس قدر احساس تھا کہ بخاری میں آتا ہے کہ جب جماعت ہونے لگتی تو کثرت سے صحابہ کے نماز کی طرف رخ کرنے سے شور ہو جاتا تھا۔ سخت سے سخت مصروفیت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو تمام

کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ، صحابہؓ کے متعلق فرماتے تھے کہ ''صحابہؓ بیع و شراء کرتے تھے لیکن نماز مفروضہ کو جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے''۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام صحابہ دوکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن مجید کی آیت رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔ (فتح الباری)

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ نماز باجماعت سے صرف ایسا شخص ہی الگ رہتا تھا جس کا نفاق معروف ہوتا تھا مگر صحابہؓ کو نماز باجماعت کی ایسی پابندی تھی کہ بعض لوگ دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں آ کر شریک جماعت ہوتے تھے۔ (نسائی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسجد کی طرف جو قدم اٹھتا ہے اس پر ثواب ملتا ہے اس لئے بعض نماز کو آتے تو قریب قریب قدم رکھتے کہ قدموں کی تعداد بڑھ جائے اور اس پر ثواب ملے۔ (نسائی)

نماز باجماعت میں شرکت کے لئے صحابہ ہر قسم کی تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہوتے اور گرمی، تاریکی، موسم کی خرابی اور اندھیرے راستوں میں سانپ، بچھو کی پرواہ نہ کرتے۔ ظہر کی نماز کے متعلق ابوداؤد میں روایت ہے کہ گرمی کی شدت سے زمین اس قدر گرم ہو جاتی کہ بعض صحابہؓ مٹھی میں کنکریاں اٹھا کر اس کو ٹھنڈا کرتے تھے پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا جس سے آپ کی شہادت ہوئی اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نمازِ فجر کے لئے جگایا تو خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا نماز فرض ادا کی۔ (مؤطا)

حضرت ابی ابن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری مسلمان کا گھر میرے علم کے مطابق مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا لیکن جماعت کے ساتھ اس کی ایک نماز بھی چھٹتی نہ تھی۔ کسی نے اس سے کہا کہ بہتر ہو گا کہ تم ایک گدھا خرید لو اور دوپہر کی گرمی اور رات کے اندھیرے میں اس پر سوار ہو کر مسجد آیا کرو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تو یہ بھی پسند نہ کروں گا کہ مجھے مسجد کے پہلو میں رہائش کے لئے مکان مل جائے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے مسجد کو چل کر آنے اور گھر واپس جانے کا ثواب میرے اعمال نامہ میں لکھا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب سن کر فرمایا '' قَدْجَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ نے یہ سب ثواب اکٹھا کر کے تمہارے لئے رکھا ہے''۔

نوافل سے رغبت

سامعین: نماز باجماعت کے بعد نوافل بھی ذکر الٰہی کا خصوصی ذریعہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نوافل کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ اور کان بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو نوافل سے جو رغبت اور الفت تھی اس کا تذکرہ کتب حدیث و سیرۃ میں جا بجا ملتا ہے۔ بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے قبل اذان ہوتے ہی کبار صحابہؓ مسجد کے ستونوں کے قریب تیزی سے جاتے اور حضور ﷺ کی امامت کے لئے تشریف لانے تک نوافل میں مصروف رہتے۔ (بخاری)

اس بارہ میں صحابہؓ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اگر بیرون جات سے آیا ہوا کوئی شخص اس وقت مسجد میں پہنچتا تو اس کو یہ غلط فہمی ہوتی کہ شاید نماز باجماعت ہو چکی ہے اور نمازی سنتوں کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ بلالؓ سے فرمایا کہ اسلام لا کر تم نے ثواب کی امید پر جو کام کئے ہیں ان میں سے بہترین کام مجھے بتاؤ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ میرے خیال میں میرا سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ میں نے رات یا دن کی کسی گھڑی میں کبھی وضو نہیں کیا مگر لازماً اس کے ساتھ جتنے نفل کی توفیق ملی وہ بھی ادا کئے ہیں۔

صحابہ کے نوافل کے حسن اور طول کا یہ عالم تھا کہ حضرت انسؓ رکوع کے بعد اور قیام میں اور دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی ستون کھڑا ہے۔ ایک دن رکوع میں اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے قرآن مجید کی بقرہ، آل عمران جیسی لمبی لمبی سورتیں پڑھ ڈالیں مگر انہوں نے اس دوران میں سر نہ اٹھایا۔

تہجد کی عادت

نوافل میں نماز تہجد کو جو اہمیت حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم کی نمازِ تہجد کا ذکر خود خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق ان کے صاحبزادہ سالم روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عبداللہ کتنا ہی اچھا آدمی ہے اگر وہ رات کو نفل پڑھا کرے۔ سالم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد ابن عمر رات کو تھوڑا ہی سوتے تھے اور زیادہ وقت نماز تہجد میں گزارتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا گھر رات بھر ذکرِ الٰہی سے اس طرح معمور رہتا تھا کہ انہوں نے اور ان کی بیوی اور خادم نے رات کے تین حصے کر لئے تھے اور ان میں سے ایک جب تہجد سے فارغ ہو چکتا تھا تو دوسرے کو نماز کے لئے جگا دیتا تھا۔ بعض صحابہ کو نماز تہجد میں اتنا غلو ہو جاتا تھا کہ حضور ﷺ ان کو اعتدال اور میانہ روی کی تلقین کرتے اور اپنے نفس کا حق ادا کرنے کی نصیحت فرماتے۔

حضرت زینب بنت جحشؓ برابر نماز میں مصروف رہتیں اور جب تھک جاتیں تو دو ستونوں میں ایک رسی باندھ رکھی تھی اس سے سہارا لے لیتی تھیں تاکہ نیند نہ آنے پائے۔ آنحضرت ﷺ نے رسی کو دیکھا تو فرمایا کہ ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہئے جو ان کی طاقت میں ہو اور اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے وہ رسی کھلوا کر پھینکوا دی۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓو بن عاص کی روایت ہے کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنی تمام زندگی دن کو روزہ رکھوں گا اور تمام رات نفل پڑھوں گا۔ حضور ﷺ کو میرے اس ارادہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے۔ میں نے جواب دیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یہ بات صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ نماز کے لئے بھی اٹھو اور کچھ دیر رات کو سو کر گزارو اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کرو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔ میں نے کہا حضور مجھے اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا دو دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔ میں نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا تو پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت کے مطابق ایک دن روزہ رکھو ایک دن چھوڑ دو اس سے زیادہ روزہ رکھنا فضیلت کی بات نہیں۔

دُعا کی لذّت

پھر ذکر الٰہی میں دعا کو بھی بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:
" اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" عبادت کا مغز دعا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے نفوس میں جو غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور زمانہ میں جو زبردست انقلاب پیدا کیا وہ ذوق دعا کا زبردست ثبوت ہے۔ صحابہؓ کی دعا سے الفت کی ایک ٹھوس مثال وہ بے شمار دعائیں ہیں جو روزانہ زندگی کے مختلف کاموں اور پہلوؤں کے متعلق انہوں نے تفصیلاً آنحضرت ﷺ سے سن کر یاد رکھیں اور اگلی نسلوں تک لفظاً لفظاً اس رنگ سے پہنچائیں کہ وہ کتب حدیث میں محفوظ اور مدوّن ہو کر آج سینکڑوں سال گزر جانے پر بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ صحابہؓ کے ذوق دعا اور ذکر الٰہی کی ایک مثال بطور نمونہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو بسم اللہ کہہ کر رکاب میں پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھ کر خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کی پھر اور دعا کی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا۔۔۔الخ، پھر تین بار اَلْحَمْدُلِلّٰہ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ پھر حضرت علیؓ ہنس پڑے۔ لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ بولے ایک بار رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح سوار ہوئے اور اسی طرح حضور ﷺ نے دعائیں اور اذکار پڑھے اور پھر ہنس پڑے۔ ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو خدا اس سے خوش ہوتا ہے"۔ (ابوداؤد)

تلاوت کا ذوق

پھر قرآن مجید کی تلاوت ذکر الٰہی کا ایک بہت مبارک طریق ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور اس کی صفات حسنہ اور احسانات عالیہ کے تذکرہ سے بھرپور ہے۔ صحابہؓ کا تلاوت قرآن اور حفظ قرآن اور تدبّر قرآن کا ذوق و شوق معروف ہے۔ اہل عرب کو اپنی شاعری پر جو ناز تھا اور شاعر کو ان کے معاشرہ میں جو عظمت حاصل تھی وہ کسی پر مخفی نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرب کے ایک چوٹی کے شاعر کو جو مسلمان ہو گئے تھے فرمایا کہ اپنے کچھ اشعار سناؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسلام لانے کے بعد میں شاعری ترک کر چکا ہوں کیونکہ قرآن شریف کی سورتوں کی تلاوت نے اب مجھے شاعری سے مستغنی کر دیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ بعض اور اذکار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر

کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک تم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی۔ تو جانور حرام ہو جائے گا۔ اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ پڑھا جائے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو الحمد للہ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔ غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہوگی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہے اور اگر رنج ہو تو انا للّٰہِ وانا الیہ راجعون پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق کوئی خوشخبری سنے تو الحمد للہ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی الحمد للہ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں الحمد للہ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم اللہ فرماتے ہیں کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ)

جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ حَنِیۡفَتَانِ عَلَی النِّسَانِ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ (بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط وترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر) کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم اکثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔

سامعین: صحابہ کرامؓ کے دل میں ذکر الٰہی سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ پسندیدہ سے پسندیدہ اور قیمتی سے قیمتی چیز بھی اگر صحابہ کے ذکر الٰہی اور نماز میں حارج ہوتی تو وہ ان کی نظر سے گر جاتی تھی۔

صحابہ کرامؓ اگرچہ ذکر الٰہی کے دلدادہ تھے لیکن خشک صوفیوں کی طرح ان کی زندہ دلی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ ادب المفرد میں جو امام بخاریؒ کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ:

صحابہ کرامؓ خوب ذکر الٰہی کرتے تھے مگر وہ عمل صالح کے مفہوم کو خوب سمجھتے تھے اور بعد کے زمانہ کے صوفیوں کی طرح ان کا ذکر الٰہی ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمہ حق اور خدمت دین میں رکاوٹ نہیں بلکہ مد تھا۔ وہ جہاد کے وقت مصلّوں پر بیٹھ کر ہاؤ ہو کی ضربوں میں مصروف نہیں ہو جاتے تھے بلکہ ان کی راتیں مصلّوں پر گزرتی تھیں اور ان کے دن گھوڑوں کی پشتوں پر۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کی وضاحت

کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پس ہر احمدی کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس کے دل کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت بھی دی ہے۔ دنیا میں بہت ساری چیزیں بیچنے والے، مارکیٹ کرنے والے، دنیاوی چیزیں بنانے والے بڑے بڑے اشتہار دیتے ہیں کہ ہماری فلاں چیز خریدو تو 100 فیصدی سکون یا Satisfaction مل جائے گی، تسلی ہو گی، لیکن کبھی ہوتی نہیں۔ جتنا بڑا چاہے کوئی دعویٰ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دیتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والوں کو، حقیقی طور پر میرا ذکر کرنے والوں کو، ان حکموں پر عمل کرنے والوں کو مَیں اطمینان قلب دوں گا۔ دل کو چین اور سکون ملے گا۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:29) یعنی سمجھ لو کہ اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔ اور یہ ذکر نمازوں کے علاوہ بھی ہونا چاہئے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہر وقت اللہ کی یاد یہ ذکر ہی ہے۔ اگر اللہ کا خوف دل میں رہے تو آدمی مختلف دعائیں مختلف وقتوں میں پڑھتا رہتا ہے۔ کئی کام اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ کا خوف آ جاتا ہے۔ تو اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ اللہ کا ذکر صرف نمازوں میں نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ (آل عمران:192) یعنی عقلمند انسان اور مومن وہی ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ان کے دل میں اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ یہ صحیح مومن کی نشانی ہے کیونکہ اس ذکر سے ایمان بھی بڑھتا ہے اور انسان میں جرأت بھی پیدا ہوتی ہے۔ ایک اور جگہ اس بارے میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا وَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (الانفال:46) یعنی اے مومنو! جب تم کسی گروہ کے، کسی فوج کے مقابلہ پر آؤ تو قدم جمائے رکھو۔ اللہ کو بہت یاد کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ پس کسی برائی کے مقابلے پر کھڑا ہونے کے لئے، دل میں جرأت پیدا کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے۔ شیطان بھی انسان کا بہت بڑا دشمن ہے۔ آج کی دنیا میں دجل کے مختلف طریقے ہیں۔ دجل مختلف قسم کی فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے اور ہمارے ترقی پذیر یا کم ترقی یافتہ ملکوں کے لوگ ان ترقی یافتہ ملکوں میں آ کر بھی اور اپنے ملک میں بھی ان کے حملوں کی وجہ سے ان کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ اور اس نام نہاد Civilized Society کی برائیاں فوراً اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پس اُن کے حملوں سے بچنے کے لئے اور ہر قسم کے کمپلیکس Complex سے، احساس کمتری سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر انتہائی ضروری ہے۔ اسی سے دلوں میں جرأت پیدا ہو گی، پاک تبدیلی پیدا ہو گی۔

پس مستقل مزاجی سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ اگر بے صبری دکھائی جائے تو پھر اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر بے صبری دکھاؤ گے تو پھر شیطان کے مقابلے کی طاقت نہیں رہے گی۔ اگر راستے میں ہی چھوڑ دو گے پھر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں ہو سکیں گی۔ (خطبہ جمعہ 28 اپریل 2006ء)

پھر آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"یہاں بہت سے گھروں میں بے سکونی کے جو حالات ہیں وہ اس لئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ نہیں ہے، جس طرح توجہ ہونی چاہئے۔ بعض لوگ میرے سے جب ملاقات کرتے ہیں اور دعا کے لئے کہتے ہیں تو میں عموماً کہا کرتا ہوں کہ اپنے لئے خود بھی دعا کرو اور نمازوں کی طرف توجہ دو۔ اور جب پوچھو کہ باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو بعض لوگوں کا جواب نفی میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے مَیں عموماً یہ کہا کرتا ہوں کہ دین کے ساتھ مذاق نہ کریں۔ دین کو مذاق نہ سمجھیں کہ خود تو نمازوں اور دعاؤں کی عادت نہیں ہے، اُس طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور اپنے مسائل اور دنیاوی معاملات کے لئے دعا کے لئے کہہ رہے ہیں۔ پہلے خود تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں، پھر کہیں۔ جب تک خود اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کریں گے، یا تبدیلی پیدا کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش نہیں کریں گے، دوسرے کی دعائیں بھی پھر اثر نہیں کریں گی"۔ (خطبہ 22 جون 2012)

آخر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ کا ذکر ایسی شے ہے جو قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے"۔ فرمایا "پس جہاں تک ممکن ہو ذکر الٰہی کرتا رہے اسی سے اطمینان حاصل ہو گا۔ ہاں اسکے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا"۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 239-240 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

قرآن کریم چشمۂ امن عالم

تقریر جلسہ سالانہ بیلجیئم 2023ء

مکرم چوہدری محمد مظہر صاحب

مربی سلسلہ و نیشنل سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدہ4)

سامعین کرام! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے

قرآن کریم چشمہ امن عالم

ابھی جس آیتِ کریمہ کی تلاوت کی گئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کرلیا ہے۔

مذاہبِ عالَم میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے کہ نام کے اندر ہی کام کی رُوح اور اُس کے بلند مقصد کا ذکر کر دیا گیا ہے اور وہ ہے امن و سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں قیامِ امن کے حوالہ سے بہت ہی جامع، تفصیلی اور مُثبت تعلیمات بھی ذکر کی گئی ہیں جو امن و سلامتی کے ہر اِمکانی پہلو کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدّس کلام ہے جو رحمان و رحیم خدا نے نازل فرمایا۔ قرآن کریم ایک جامع، مکمل اور ابدی شریعت کے طور پر نازل ہوا جس کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۷﴾ (سورۃ المائدہ17,16)

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آچکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔ اللہ اس کے ذریعہ اُنہیں جو اُس کی رضا کی پیروی کریں سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے اور اپنے اِذن سے اُنہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور اُنہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

سامعینِ کرام! عصر حاضر کا سب سے بڑا المیہ لا دینیت اور دہریت ہے حیّ و قیوم خدا کی ذات پر عدم یقین دنیا کے سب مسائل اور مصائب کی جڑ ہے۔ جب تک انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل ایمان کی محبت اور حقیقی اِدراک نہ ہو امن عالم کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ امن عالم کا یہی تیر بحدف نسخہ اور یقینی ذریعہ ہے کہ اُس خدائے واحد ویگانہ سے محبت اور اطاعت کا تعلق اُستوار کیا جائے جس کی ایک صفت السلام بھی ہے جس نے بنی نوع انسان کو یہ نوید سنائی ہے

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۶﴾ (سورۃ یونس26)

کہ آؤ اور خدا کی اِس آواز کو سنو اور یقین کرو تم سب کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اُسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ آؤ اور اِس نعمت خدا وندی سے اپنی جھولیاں بھر لو۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین کو امن کے بیج کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ اور اِس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر زندہ ایمان رکھتے ہیں کبھی بھی بے چینی یا ذہنی دباؤ کا اِس قدر شکار نہیں ہوتے کہ گویا اپنی زندگی سے ہی مایوس ہو جائیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ برگزیدہ وجود جن کو اللہ تعالیٰ خود منتخب کر کے نبوت کے مقام پر فائز فرماتا ہے اُن کے دلوں میں ایسا سکون اور اطمینان بھر دیتا ہے کہ دنیا کی مخالفتوں اور مصائب کے باوجود وہ ہمیشہ امن و سلامتی کی جنتوں میں زندگی گزارتے ہیں۔ اور دنیا کی تاریخ میں، کوئی ایک نبی بھی تو ایسا نہیں گزرا کہ اُس نے حالات سے پریشان ہو کر خود کشی کا راستہ اختیار کیا ہو۔ خدا تعالیٰ پر یقین اور خدا کی یاد اُن کے دلوں کو ہمیشہ منور رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہمیشہ اُن کی دستگیری کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد29) کہ سنو! دلوں کو سچا اور حقیقی سکون اور اطمینان، اللہ تعالیٰ کی یاد سے نصیب ہوتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۳﴾ (سورۃ یونس63) کہ سنو جو اللہ تعالیٰ کے دوست بن جاتے ہیں وہ ہر قسم کے خوف اور حُزن سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

سامعین کرام! امن کا سفر ایک فرد کی ذات سے شروع ہوتا ہے اور اِس کا بیج دراصل سب سے پہلے انسان کے دل میں بویا جاتا ہے۔ یہ بڑھتا ہے تو اُس شخص کے خاندان کو امن اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ پھر عائلی زندگی سے بڑھ کر امن کا فیضان سوسائیٹی اور ماحول میں پھیل جاتا ہے، اگلا مرحلہ ملکی امن و سکون کا ہوتا ہے۔ جو بالآخر عالمی اَمن کی صورت اختیار

کرلیتا ہے۔ یہ کوئی خیالی اور تصوّراتی فارملہ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ظہور ساری کائینات میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔

رسولِ مقبول ﷺ نے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ یَدِہٖ (بخاری جلد اوّل، کتاب الایمان، حدیث نمبر 10) کہ حقیقی مسلمان تو وہ ہے کہ جس کی زبان سے اور اُس کے ہاتھ سے کسی بھی انسان کو کوئی دکھ اور نقصان نہ پہنچے۔ اِس ارشاد میں مسلم، غیر مسلم کسی بھی رنگ و نسل یا پس منظر سے تعلق رکھنے والے انسانوں میں کوئی فرق یا امتیاز نہیں کیا گیا۔

قرآن مجید نے سب مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں نیک کاموں میں تعاون کی تعلیم دی ہے فرمایا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (سورۃ المائدہ 5) کہ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ہرگز تعاون نہ کرو۔

قرآن مجید کیا خوبصورت تعلیم دیتا ہے کہ کبھی یہ نہ دیکھو کہ کون تمہیں تعاون کے لئے بلاتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کس غرض سے بلایا جارہا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کی دعوت ہو تو ہر شخص سے بلا امتیاز مذہب و ملت تعاون کرو۔ قرآن مجید مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری کا علمبردار ہے۔ کتنا واضح اور زور دار اعلان ہے جو قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (سورۃ البقرہ 257) کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ کیا ہی خوبصورت دلیل اِس جگہ دی گئی ہے۔ کسی شخص کو اسلام میں زبردستی داخل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جبکہ اسلام کی برتری ظاہر وباہر ہے۔

ایک دوسری جگہ مذہبی آزادی کا بیان اِن الفاظ میں کیا ہے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (سورۃ الکہف 30) اور تُو کہہ دے، کہ یہ سچائی تمہارے ربّ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے پس جو چاہے وہ اِس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ اِس کا انکار کردے۔ یاد رہے کہ اسلام میں ارتداد کی کوئی بھی دنیوی سزا نہیں ہے۔

اہلِ مذہب کے دوران قربت اور یگانگت پیدا کرنے کا ایک اور ذریعہ قرآن کریم کی یہ اصولی تعلیم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت کے لئے اپنے نبی بھیجے اور اسلامی تعلیم یہ ہے کہ سب نبیوں کو، اُن کی کتب اور پیغامات کو اُصولی طور پر مِنْ جَانِبِ اللہ تسلیم کیا جائے۔ فرمایا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (سورۃ الفاطر 25) اور کوئی امت نہیں، مگر ضرور اُس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔

اسلامی رَواداری کا کمال دیکھئے کہ ہر مسلمان یہ اقرار کرتا ہے اور اُسے اقرار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ البقرہ 286) کہ ہم خدا تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک دوسرے کے درمیان ایمان لانے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کرتے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ عمومی رنگ میں سب ادیان، بانیانِ مذاہب، مذہبی کتب، دیگر مذاہب کے مَعابِد اور اُن کے مذہبی لیڈروں کا بھی واجبی احترام کیا جائے۔
رَوَادَارِی کی اِس خوبصورت تعلیم سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں باہم احترام اور تعاون کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرات! امن کے قیام کے لئے ایک اور سنہری اُصول قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جب کبھی عہدیداران کے انتخاب کا مرحلہ آئے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ پوری دیانت داری سے اُن لوگوں کے حق میں اپنی گواہی دے جو وہ ذمہ داری بہتر رنگ میں ادا کر سکتے ہیں۔ اور جن کا انتخاب کیا جائے اُن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عدل و انصاف سے مُفَوَّضَہ ذمہ داری کو ادا کریں۔ قرآن مجید بیان کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۹﴾ (سورۃ النساء 59) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو اِنصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

یہ مُحکم اُصول عالَمی امن کے لئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید ایک آفاقی کتابِ ہدایت ہے۔ جس میں اِمکانی صورتوں کے حوالہ

سے بھی خوبصورت تعلیمات پائی جاتی ہیں۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر لشکر کشی کرے اور باہمی تنازعات، جنگ و جدل میں بدل جائے تو اِس صورت میں اَمن کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید اِس بارہ میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۱۰﴾ (سورۃ الحجرات 10) اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر اُن میں سے ایک، دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو اُن دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ یہ بات مومنوں کے حوالہ سے کی گئی ہے مگر ایک ایسا اصول بیان کیا گیا ہے جو کُل اَقوامِ عالَم کے لئے مَشعلِ راہ ہے۔ حالاتِ حاضرہ کے تناسُب میں یہ آیت بہت ہی اہم ہے۔ کوئی طاقت ور ملک تیل اور معدنی ذخائر والے کسی چھوٹے ملک پر بلا جواز حملہ کرتا ہے تو دوسرے ممالک اپنے مفاد کی خاطر اُس کے اِس ظلم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور باقی سب تماشائی بنے اِس بربریت کو دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی مواقع کے لئے یہ قرآنی اُصول ہے۔ جو امن و سلامتی کی حقیقی ضمانت ہو سکتا ہے۔

سامعین کرام! امن کے حوالہ سے، قرآنی تعلیمات کا ذکر ہو تو اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام کو کس طرح امن کا مذہب تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے جبکہ تاریخِ اسلام میں جنگ و جدال کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اِس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں کہ

" تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی بھی دوسری قوموں اور ملکوں پر قبضہ کرنے اور اُنہیں محکوم بنانے کی کوشش نہیں کی۔ مسلمانوں کو جب پہلی مرتبہ خدائی حکم کے تابع دِفاع میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ اِس کا ذکر اِس آیت میں آتا ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيۡرُ ﴿۴۰﴾ (سورۃ الحج 40) کہ اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُنکی مدد پر پُوری قدرت رکھتا ہے۔

اِس جگہ یہ بات خاص طور پر قابلِ توجّہ ہے کہ اگر دفاع کی اجازت نہ دی جاتی تو نہ یہود کی عبادت گاہ محفوظ رہتی، نہ کلیسَہ۔ نہ مَندِر اور نہ مسجد۔ کہ کوئی بھی عبادت گاہ محفوظ نہ رہتی۔ مسلمانوں کو جوابی طور پر لڑنے کی اجازت صرف اسلام کے دفاع کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مذہب کی حفاظت کے لئے دی گئی ہے۔

سامعینِ کرام! قرآنی تعلیمات کا ایک اور امتیازی پہلو یہ ہے کہ دفاعی جنگ کی اجازت کے ذریعہ مسلمانوں کو ایسی شاندار اور پُر امن تعلیمات دی گئی ہیں۔ جن کا ذکر کسی اور مذہب کی تعلیم میں نہیں ملتا۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿۱۹۱﴾ (سورۃ البقرۃ 191) اور اللہ کی راہ میں اُن سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں ذکر ہے وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَلَـئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۲۷﴾ (سورۃ النحل 127) اور اگر تم سزا دو تو اُتنی ہی سزا دو جتنی تم پر زیادتی کی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً صبر کرنے والوں کے لئے یہ بہتر ہے۔

پھر قرآنی تعلیم کی کمال خوبی اَلصُّلۡحُ خَيۡرٌ کے مطابق اگر کسی بھی مرحلہ پر صلح صفائی اور امن کی صورت پیدا ہو سکتی ہو تو ہدایت یہ ہے کہ اگر وہ حملہ آور کافر صلح کی طرف مائل ہوں، تو اے رسول تُو بھی صلح کی طرف مائل ہو جا اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کر اللہ یقیناً بہت دعائیں سننے والا ہے۔

اسلام کے بارے میں ایک غلط تصوّر قائم کیا گیا ہے کہ اسلام شدت پسند مذہب ہے اور ابتدا میں زبردستی مسلمان بنائے گئے۔ حالانکہ اسلام اِس کی نفی کرتا ہے۔ اسلام نے اِس دنیا میں اسلام کو نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو سزا نہیں دی۔

پھر دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے قرآن کریم نے کسی غلطی یا دشمنی پر معاف کرنے یا سزا دینے کے بارہ میں بھی اُصول بتایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَ

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ الشوریٰ 41)

اصلاح مدِ نظر ہونی چاہیے کہ آیا اصلاح سزا دینے سے ہو سکتی ہے یا معاف کرنے سے لیکن مقصد اصلاح ہونی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

"بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہوجاتا ہے مگر اُسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اِس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اِس کو بہت بُرا اقرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے أَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (سورۃ الحجرات 13) خدا تعالیٰ اِس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اُس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اُس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اُس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اُس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب بُرے کام ہیں۔"

(الحکم۔ جلد نمبر 10، نمبر 22، صفحہ 3۔ بتاریخ 24/جون 1906ء۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 218-219)

پھر قرآن کریم میں یہ تعلیم دی گئی ہے وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (سورۃ بنی النساء 30) یعنی اور اپنے ہی اموال اپنے درمیان جھوٹ فریب کے ذریعہ نہ کھایا کرو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"یہ ظلم ہے۔ اِس سے پھر رنجشیں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرے میں جبکہ مادیت کی دوڑ بہت زیادہ ہو چکی ہے غلط رنگ میں دھوکا دے کر ایک دوسرے کا مال کھانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی یہ ظلم ہو رہا ہے۔ امیر ممالک غریب ممالک کی دولت غلط رنگ میں مختلف حیلوں اور بہانوں سے کھا رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض تجارتیں ظلم کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ چھوٹی سطح پر بھی اور بڑی سطح، بڑی تجارتوں کی شکل میں بھی۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اِس ظلم سے بچنے کی بھی تلقین فرمائی ہے کہ یہ ظلم معاشرے اور دنیا کے امن اور سلامتی کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (سورۃ المطفّفین 2،3) کہ ہلاکت ہے تُول میں ناانصافی کرنے والوں کے لئے۔ یعنی وہ لوگ کہ جب، وہ لوگوں سے تُول لیتے ہیں بھرپور (پیمانوں کے ساتھ) لیتے ہیں۔"

اسلام کہتا ہے کہ ہر قسم کے لین دین میں دوسرے کے حقوق کا خیال رکھو۔

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

"امن و سلامتی کو برباد کرنے میں تکبّر ایک بہت بڑی وجہ ہے اسلام اِس کو سختی سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل 38) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبّر نہ کرو اور ارد گرد کے لوگوں کو ذلیل، حقیر نہ سمجھو۔ اگر تم نے اپنے سے کم لوگوں کی عزتِ نفس کا خیال نہ رکھا تو لوگ تم سے دور، ہٹتے چلے جائیں گے۔ تم ذلیل ہوگے اور یہ لوگ تمہارے خلاف ہوں گے جو بغاوت کا رنگ اختیار کرلیتا ہے جس سے معاشرے کا امن خراب ہوتا ہے۔

یاد رکھو کہ اِس طرح کے لوگ حقوق غصب کر کے اور ایسے فاصلہ رکھ کر قوم کے سردار نہیں بن سکتے۔ جہاں سردار اور بڑے اُمراء کو بھی کہتے ہیں۔ پس تکبّر کر کے کوئی حقیقی مقام نہیں ملتا۔ عاجزی ہی ہے جو حقیقی سرداری دیتی ہے، اور لیڈر بناتی ہے۔ یہی سرداری ہے جو دیرپا امن قائم کرنے والی بن سکتی ہے۔

امن و سلامتی کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"قومی ظلموں میں سے ایک ظلم قوم کے اَخلاق کو بگاڑنا ہوتا ہے۔ قرآنی آیت لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (سورۃ النساء 149) کی وضاحت میں فرمایا کہ مظلوم کو توجّہ دلائی کہ اگر بدلہ لینا ہے تو شور مچانے کی بجائے متعلقہ ادارے تک جاؤ اور فیصلے کا انتظار کرو۔ کیونکہ ظلم کا شور ڈالنے سے قوم کے اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ

اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ(سورة النساء37) اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور اُن سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اُس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

”توحید کا قیام کرو۔ اگر توحید کے حقیقی ماننے والے ہو گے تو ظلم کرنے والے بھی نہیں ہو گے۔ ساتھ ہی اُن لوگوں کی فہرست دے دی جن سے حسن سلوک ایک مومن کے لیے ضروری ہے۔ اِس کے مطابق اگر انسان زندگی گزارے تو امن برباد کرنے والے تمام اسباب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ معاشرے کے تمام لوگ جن سے اُس کا واسطہ پڑتا ہے اِس میں آ جاتے ہیں۔“

غصے کے حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

”غصے سے جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اُصولی ہدایت فرمادی کہ ہم نے تمہیں اُمَّۃً وسطاً بنایا ہے۔ نہ غصے میں اتنا بہ جاؤ کہ معاف نہ کرسکو۔ نہ محبت میں اتنا بہ جاؤ۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں اِس کی بہت زیادہ کمی ہوگئی ہے۔“

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جو شخص غضب میں آجاتا ہے اُس کی زبان سے حکمت اور معرفت کی باتیں ہر گز نہیں نکل سکتیں۔“

اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد معاشرے کی اصلاح ہے۔ فرمایا ”جب معاف کردو تو احسان کا رنگ اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

سامعین کرام! یہ ایک بہت مختصر اجمالی خاکہ ہے، اُن خوبصورت تعلیمات کا جو امن عالَم کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں۔ مسلمان بھی اِس کے مخاطب ہیں اور ساری دنیا کے لوگ بھی۔ امن و عالَم کی سچی تمنا رکھنے والا ہر شخص اِن تعلیمات کا مُخاطِب ہے۔ دورِ حاضر کی نزاکت تقاضا کرتی ہے۔ کہ اِن قرآنی تعلیمات کو دلوں میں بٹھا کر عمل کے سانچے میں ڈھالا جائے تا کہ ساری دنیا امن و سلامتی کی آغوش میں آجائے۔

میں اپنی تقریر کا اختتام وقت کے امام، عالمگیر امن کے علمبردار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دو بابرکت ارشادات سے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا

”دنیا کی اہم ترین، اور فوری ضرورت یہی ہے کہ امن کا قیام کیا جائے اور خدا کو مانا جائے۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ تمام قومیں اِس طرف توجّہ کریں۔ ورنہ دنیا نا قابلِ تصوّر نقصان کے دہانے پر کھڑی ہے۔ پس اپنے آپ کو بچانے اور بنی نوع انسان کی حفاظت کی خاطر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ اور زندہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کی ضرورت ہے۔“

نیز آپ فرماتے ہیں کہ ”سب سے بڑھ کر آج اِس امر کی ضرورت ہے کہ دنیا اِس بات کا احساس کرے کہ اپنے خالق کو بھلا چکی ہے۔ اور یہ کہ اُسے اپنے خالق کی طرف آنا ہوگا۔ اور یہی وہ واحد راہ ہے جس سے حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے۔ ورنہ اِس کے بغیر امن کی ضمانت ہر گز، ہر گز نہیں دی جا سکتی۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی، مسلمانوں کو بھی، ساری دنیا کے لوگوں کو قرآن مجید کی اِن تعلیمات کی طرف توجہ کرنے، اِن کو سمجھنے اور اِن کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

”روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے... جس کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المومنون:4) یعنی رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایمان ان کا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اس قدر کنارہ کشی اُن پر سہل ہو جاتی ہے کیونکہ بوجہ ترقی ایمان کے کسی قدر تعلق اُن کا خدائے رحیم سے ہو جاتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 198)

قرآن کریم

”ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے در حقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13۔ صفحہ 65)

جماعتی رپورٹس

جنرل سیکرٹری آفس

جلسہ یوم مصلح موعودؓ ریجن لمبرگ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریجن لمبرگ کو اپنا جلسہ یوم مصلح موعودؓ مورخہ 24 فروری 2024ء کو بیت الرحیم آلکن میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

اس جلسہ میں ریجن لمبرگ کی تین جماعتوں آلکن، ہاسلٹ، اور بیرنگن کے احباب جماعت خدام، اطفال، انصار اور لجنہ نے شمولیت اختیار کی۔ اس جلسہ کی تشہیر کے لئے پہلے سے پوسٹر بنا کر تمام جماعتوں کے واٹس ایپ گروپ میں بھیج دیا گیا تھا۔ تا کہ احباب جماعت تک بروقت اس جلسہ کی اطلاع پہنچ سکے۔

اس جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو کہ مکرم حافظ موسیٰ کلیم صاحب جماعت آلکن نے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی۔ ان آیات کا ڈچ ترجمہ عزیزم مبارث احمد جماعت آلکن نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم احتشام ہاشمی صاحب جماعت آلکن کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا گیا۔ بعد ازاں عزیزم شہباز عبد العلی جماعت ہاسلٹ کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ اور پیشگوئی کے حوالہ سے ڈچ زبان میں ایک پریزنٹیشن پیش کی گئی۔ بعد ازاں مکرم حسیب احمد صاحب مربی سلسلہ کی طرف سے اردو زبان میں پیشگوئی مصلح موعود اور آپ کی سیرت کے حوالہ سے تقریر پیش کی گئی۔ اس اردو تقریر کے بعد مکرم منور احمد بھٹی صاحب نیشنل سیکرٹری تربیت کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے مقام و مرتبہ کے حوالہ سے تقریر پیش کی گئی۔

اس جلسہ میں 4 غیر از جماعت مہمان بھی شامل ہوئے جن کے لئے ساتھ ساتھ ترجمہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جلسہ میں مرد و خواتین کی کل حاضری تقریبا 120 رہی۔

آخر میں دعا کی درخواست ہے کہ تمام احباب جنہوں نے اس جلسہ کے کامیابی کے لئے تعاون کیا اور خاص کر ضیافت کی ٹیم جنہوں بڑی محنت اور لگن سے کھانا تیار کیا اللہ تعالیٰ سب کو احسن جزا دے۔ آمین

سٹوڈنٹس اور بچے رمضان کا کیسے اہتمام کریں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”روزے تم پر اس وقت فرض ہوتے ہیں جب تم لوگ پوری طرح Mature ہو جاؤ۔ اگر تم سٹوڈنٹ ہو اور تمہارے امتحان ہو رہے ہیں تو ان دنوں میں اگر تمہاری عمر تیرہ، چودہ، پندرہ سال ہے تو تم روزے نہ رکھو۔ اگر تم برداشت کر سکتی ہو تو پندرہ سولہ سال کی عمر میں روزے ٹھیک ہیں۔ لیکن عموماً فرض روزے جو ہیں وہ سترہ، اٹھارہ سال کی عمر سے فرض ہوتے ہیں، اس کے بعد بہر حال رکھنے چاہئیں۔ باقی شوقیہ ایک، دو، تین، چار روزے اگر تم نے رکھنے ہیں تو آٹھ دس سال کی عمر میں رکھ لو، فرض کوئی نہیں ہیں۔ تمہارے پہ فرض ہوں گے جب تم بڑی ہو جاؤ گی، جب روزوں کو برداشت کر سکتی ہو۔ یہاں (آسٹریلیا میں۔ مرتب) مختلف موسموں میں کتنا فرق ہوتا ہے؟ Day Light کتنے گھنٹے کی ہوتی ہے؟ سحری اور افطاری میں کتنا فرق ہوتا ہے؟ بارہ گھنٹے؟ اور Summer میں کتنا ہوتا ہے؟ انیس گھنٹے کا ہوتا ہے؟ ہاں تو بس انیس گھنٹے تم بھوکی نہیں رہ سکتی۔ یوکے میں بھی آج کل، جو پیچھے گرمیاں گزری ہیں، ان میں تمہارے روزے چھوٹے تھے اور وہاں لمبے روزے تھے۔ ساڑھے اٹھارہ گھنٹے کے روزے تھے۔ تو سویڈن وغیرہ میں بائیس گھنٹے کے روزے ہوتے ہیں۔ تو وہاں تو بہر حال وقت کو ایڈجسٹ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اتنا لمبا روزہ بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن برداشت اس وقت ہوتی ہے جب تم جوان ہو جاتی ہو، کم از کم سترہ اٹھارہ سال کی ہو جاؤ تو پھر ٹھیک ہے۔ پھر روزے رکھو۔ سمجھ آئی؟ تمہارے اماں ابا کیا کہتے ہیں؟ دس سال کی عمر میں تم پر روزہ فرض ہو گیا ہے؟ لیکن عادت ڈالا کرو۔ چھوٹے بچوں کو بھی دو تین روزے ہر رمضان میں رکھ لینے چاہئیں تاکہ پتہ لگے کہ رمضان آ رہا ہے۔ لیکن روزے نہ بھی رکھنے ہوں تو صبح اٹھو اور اماں ابا کے ساتھ سحری کھاؤ، نفل پڑھو، نمازیں باقاعدہ پڑھو۔ تم لوگوں کا، سٹوڈنٹس کا اور بچیوں کا رمضان یہی ہے کہ رمضان میں اٹھیں ضرور اور سحری کھائیں، اہتمام کریں اور اس سے پہلے دو یا چار نفل پڑھ لیں۔ پھر نمازیں باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف باقاعدہ پڑھیں۔“

(بنیادی مسائل کے جوابات قسط ا مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30/اکتوبر 2020ء)

جماعت احمدیہ بیلجیئم